مواعظِ اختر
نمبر ۵

مُجاہدہ اور تسہیل الطریق

(مُجاہدہ اور وصول الی اللہ کا آسان راستہ)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

www.hazratmeersahib.com

شیخ العرب والعجم مجددِ دوراں عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اب ہجر میں ان کی یاد میں ہم آنکھوں سے لہو برساتے ہیں
دل خون کے آنسو روتا ہے نالے بھی فلک تک جاتے ہیں
اے شیخ مرے محبوب مرے کیوں ہم کو تنہا چھوڑ گئے
دنیا میں ہمارا کوئی نہیں تنہائی میں ہم گھبراتے ہیں
اک تم ہی تو تھے ہمراز مرے اک تم ہی تو تھے دمساز مرے
اب کس سے کہیں دل کی باتیں یہ سوچ کے چپ ہو جاتے ہیں
وہ نور کہاں وہ بات کہاں وہ صبح کہاں وہ رات کہاں
اے نورِ مجسم بن تیرے دنیا ہی اندھیری پاتے ہیں
اے شیخ ہمارا نالۂ غم کیا آپ تلک بھی پہنچا ہے
کیا سن کے ہماری آہ و فغاں یاد آپ کو ہم آ جاتے ہیں
اک نصف صدی تک عمر مری جو ساتھ تمہارے گذری ہے
لگتا ہے کہ وہ کچھ لمحے تھے جو آج مجھے تڑپاتے ہیں
اے شیخ مرے اک لمحہ بھی ہم آپ کو بھول نہیں پاتے
ہر لحظہ آپ کی یاد میں ہم آنکھوں سے لہو برساتے ہیں
یہ درد تمہاری یادوں کا تا حشر رہے گا سینے میں
اس درد میں لذت ایسی ہے اس درد سے راحت پاتے ہیں
ہے کون جسے اپنا سمجھیں دنیا میں ہمارے تم ہی تو تھے
بیگانے تو بیگانے ٹھہرے اپنے بھی مظالم ڈھاتے ہیں

سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ

(۱۶ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک)

مجاہدہ اور تسہیل الطریق

(مجاہدہ اور وصول الی اللہ کا آسان راستہ)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: مُجاہدہ اور تسہیل الطریق

نامِ واعظ: محبی و محبوبی مرشدی و مولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: جمعۃ المبارک، ۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ، مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۹۲ء

مقام: مسجد پھولپور، ضلع اعظم گڈھ (ہندوستان)

موضوع: مُجاہدہ اور وصول الی اللہ کا آسان راستہ

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوان .... صفحہ نمبر

عرضِ مرتب

۷ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء بروز اتوار محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی شیخ العرب والعجم قطبِ زماں مجددِ دوراں عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ۳۰ سال بعد پہلی بار اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وطن پھولپور پہنچے جہاں حضرت نے اپنے ستر سالہ شیخ کی خدمت میں اپنی اٹھارہ سالہ جوانی کے سولہ سال شب وروز گذارے تھے۔ پھولپور پہنچ کر حضرت والا پر عجیب کیفیت طاری تھی اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گذرے ہوئے ایام یاد آرہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ’’پھولپور کے ذرّے ذرّے میں مجھے آج بھی حضرت کے انوارات محسوس ہورہے ہیں اور وہ زمانہ یاد آرہا ہے جب میں دن رات اپنے شیخ حضرت پھولپوری کی خدمت میں رہتا تھا اور حضرت کی محبت وشفقت کے سایہ میں زندگی گذار رہا تھا۔ میرے شیخ رات کے بارہ بجے سونے کے لئے لیٹتے تو میں حضرت کے پاؤں دباتا اور ڈیڑھ بجے تک جب تک حضرت سو نہ جاتے، میں حضرت کی خدمت کرتا رہتا اور یہ وقت

میرا بہترین وقت ہوتا جب حضرت مجھ پر انتہائی محبت وشفقت اور کرم فرماتے اور حکیم الامتؒ کے ملفوظات و ارشادات و واقعات سناتے اور کبھی فرماتے کہ یہ بات میں نے کسی کو نہیں بتائی آج صرف تم کو بتا رہا ہوں، ایسی راز کی باتیں حضرت مجھے بتاتے اور کبھی اپنی زندگی کے حالات بتاتے ،کیا کہوں کیا مزے کے دن تھے جو میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا یہاں تک کہ ڈیڑھ بجے حضرت سو جاتے تو میں بھی وہیں قریب سو جاتا اور تین بجے حضرت تہجد کے لئے اُٹھتے اور جیسے ہی کھنکارتے میں فوراً اٹھ جاتا حالانکہ میری جوانی کی نیند تھی لیکن یہ اللہ کا فضل تھا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میری آنکھ فوراً نہ کھلی ہو اور فوراً حضرت کے لئے وضو کا انتظام کرتا۔آج مجھے وہ پر کیف دن یاد آرہے ہیں جب یہاں جنگل کے سناٹے میں جہاں کسی انسان کی آواز نہیں آتی تھی حضرت کے نعرہ ہائے عشق اور گاہ بگاہ زور سے اللہ کہنا دل کو مست کر دیتا تھا۔اب تو آبادی ہوگئی اُس وقت بالکل سناٹا تھا،صرف حضرت کے ساتھ میں ہی ہوتا تھا،تہجد کے وقت اُٹھنے کے بعد حضرت کی زبانِ مبارک پر یہ شعر ہوتا ؂

عشق من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم این چنیں دلبر کہ دید

میرا عشق تو ظاہر ہے کہ میں رات کو اُٹھ کر وضو کر رہا ہوں،نماز میں ہاتھ باندھے کھڑا ہوں یعنی بندوں کے اعمالِ عشق تو نظر آرہے ہیں یہاں تک کہ عشاق جہاد میں اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں لیکن جس

محبوب کے لئے یہ اعمال عشق کئے جارہے ہیں وہ نظر نہیں آتا، اس پر عشاق ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔ دونوں عالم میں ذرا کوئی ایسا محبوب تو دکھائے جس پر بغیر دیکھے عشاق اپنی جانیں فدا کریں سوائے اس محبوب حقیقی خدائے تعالیٰ شانہٗ کے دونوں عالم میں کوئی محبوب ایسا نہیں ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

میں اُن کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

حضرت رات کو اُٹھ کر اسی مسجد میں اکثر آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے، تہجد کی بارہ رکعات اور ہر دو رکعات جگہ بدل بدل کر پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد تڑپ کر آہ وزاری کے ساتھ دُعا کرتے اور قرآن پاک کی ایک منزل، بارہ تسبیحات پورا قصیدہ بُردہ، مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں یہ سب حضرت کو زبانی یاد تھیں جو حضرت روزانہ پڑھتے ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کو کوئی مجاہدہ ہو رہا ہے بلکہ لگتا تھا کہ جیسے حضرت پلاؤ اور قورمہ کھا رہے ہوں۔ تلاوت کرتے کرتے حضرت اللہ اللہ کہتے ہوئے اُچھل اُچھل جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انجن میں اسٹیم بھر جاتی ہے تو ڈرائیور اس کا ڈھکن کھول دیتا ہے تاکہ اسٹیم نکل جائے ورنہ انجن پھٹ جائے۔ بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ اگر اس وقت حضرت اللہ اللہ کا نعرہ نہ لگائیں تو جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

میں کمزور تھا اتنی عبادت نہیں کرسکتا تھا میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ جاتا تھا جہاں سے حضرت کو نظر نہ آؤں تاکہ حضرت کی عبادت میں خلل نہ پڑے جب حضرت اللہ اللہ کا نعرہ لگاتے تو میں اپنے دل کو حضرت کے دل سے ملا دیتا کہ حضرت کے قلب کا نور میرے قلب میں آرہا ہے۔ جب حضرت عبادت سے فارغ ہوکر مسجد سے جانے لگتے تو میں حضرت کی چپلیں لے کر حاضر ہوجاتا اور حضرت کو پہنا دیتا اور حضرت خوش ہوجاتے۔''

زیرِ نظر عظیم الشان دردبھرا وعظ حضرت پھولپوری کی اُسی چھوٹی سی پُرنور مسجد میں ۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۹۲ء کو جمعہ کی نماز کے بعد مرشدی ومولائی شیخ العرب والعجم مجددِ دوراں عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔ حضرت کے بیان کا اعلان پہلے ہی قریب قریب کے تمام گاؤں اور قصبوں میں کیا جاچکا تھا لیکن اتنے انسان جمع ہوگئے جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ چھوٹی سی مسجد تو بھر ہی گئی تھی مگر سامنے کے میدانوں میں ہر طرف آدمیوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، ہزاروں کا مجمع تھا۔ پھولپور کے معزز حضرات بھی حیران تھے کہ یہاں قصبوں اور گاؤں میں تو اتنی آبادی بھی نہیں نہ معلوم کن کن شہروں سے لوگ آگئے۔ انہوں نے کہا کہ پھولپور کی تاریخ میں اتنا بڑا مجمع جمع نہیں ہوا۔ وعظ کے دوران لوگوں پر گریہ طاری تھا، حضرت کبھی ان کو رُلا دیتے اور کبھی ہنسا دیتے۔

اہل اللہ سے وابستہ حضرات نے بتایا کہ ہمیں عظیم الشان نفع ہوا، دل اللہ کی محبت سے لبریز ہوگیا اور ہمیں معلوم ہوگیا کہ ہمارے اندر کیا امراض ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد نے اعتراف کیا کہ حضرت! آپ نے حضرت پھولپوری کے مسلک کو زندہ کردیا جو مردہ ہوچکا تھا۔

وعظ کے بعد حضرت نے احقر سے فرمایا کہ اس وعظ کو جلد شائع کرنا، بہت اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سفر سے واپس کراچی پہنچ کر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سہیل احمد صاحب جو انجینئر بھی ہیں اور حضرت کے خلیفہ ہیں ان سے اس کیسٹ کو کاغذ پر منتقل کرنے کا امر فرمایا اور اِس وعظ کا نام **مجاہدہ اور تسہیلُ الطریق** حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے خود تجویز فرمایا تھا۔ مولانا سہیل صاحب نے بیان کو کیسٹ سے کاغذ پر نقل کیا اور احقر نے اس کو مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنائے اور جنت الفردوس میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے اور جملہ معاونین و خادمین کو اپنے فضل سے اس میں شامل فرما کر ان کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ

العارض

غلامِ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

احقر سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ

خادم خاص و خلیفۂ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

۲۰ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۲۰۱۴ء

(مجاہدہ اور وصول الی اللہ کا آسان راستہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

(سورۃ التوبہ۔ آیۃ ۱۱۹)

وَقَالَ تَعَالٰی: وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

(سورۃ العنکوت۔ آیۃ ۶۹)

دوستو! آج مجھے انتہائی خوشی محسوس ہورہی ہے کہ میں اپنے شیخ کی پھر اسی چوکھٹ پر آ پہنچا ہوں جہاں سولہ سال میں نے گذارے تھے اور میں آپ کو یقین سے اور مسجد میں کہتا ہوں کہ شاید کوئی دن ناغہ جاتا ہو کہ میں یہ دعا نہ کرتا ہوں کہ اے خدا! میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر، ان کی اولاد پر، ان کے بچوں پر، ان کے قصبے پھولپور اور ان کے شہر والوں پر رحمت نازل فرما۔ یہ میں نے کہاں سے سیکھا ہے، حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر زماں از غیب فوح انگیز جاں

از فرازِ عرش بر تبریزیاں

مولانا رومیؒ نے تبریز والوں کے لئے بھی دعا کی تو میں اپنے شیخ اور شیخ کی اولاد اور ان کے شہر والوں کے لئے کیوں نہ دعا کروں کہ جن کی برکت سے

سب کچھ آج آپ دیکھ رہے ہیں، یہ انہی بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ہے ورنہ بہت بڑے بڑے لوگ موجود ہیں لیکن ہمارا کیا ہے۔

اہل اللہ کا فیضانِ نظر اور مجاہدہ کی اہمیت

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب بالاکوٹ جا رہے تھے تو ایک شخص پر ان کی نظر پڑ گئی، جب وہ شخص مسجد چھتہ دیوبند میں آتا تھا تو ساری مسجد روشن ہو جاتی تھی۔ مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ بھئی! یہ کون آتا ہے کہ ساری مسجد روشن ہو جاتی ہے، تو آدمی لگا دیا کہ ذرا دیکھو کہ کس کے آنے سے یہ روشنی ہو جاتی ہے۔ تو دیکھا کہ ایک عامی شخص ہے، کوئی خاص جبہ کوئی خاص وضع قطع نہیں ہے، اُس کو کہا کہ چلئے آپ کو مولانا بلا رہے ہیں۔ مولانا نے پوچھا یہ روشنی کہاں سے تم کو مل گئی کہ تمہارے آنے سے مسجد روشن ہو جاتی ہے۔ اس نے روتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت! مجھ میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں ہے، ایک عام سا مسلمان ہوں لیکن سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب بالاکوٹ جہاد کے لئے جا رہے تھے تو مجھ پر ایک نظر پڑ گئی تھی، بس اس نگاہ کے بعد میرا یہ معاملہ ہے کہ جہاں میں مسجد میں جاتا ہوں وہاں روشنی ہو جاتی ہے۔

اللہ والوں کی نظر بھی رنگ لاتی ہے لیکن ساتھ ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے، خالی نظر کافی نہیں ہے، اسی لئے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ’’اَس کے جَرَے تو کَس نہ بَسائے‘‘ یہ بہت پڑھتے تھے، ’’اَس کے جَرَے تو کَس نہ بَسائے‘‘ یعنی جو اپنے نفس کی خواہشات کو، اللہ کے راستے میں شیخ کے نازنخروں کو، ڈانٹ ڈپٹ کو ہر غم کو برداشت کرلے بس ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ اس کی خوشبو اڑا دے گا اور خود چاہے سو جوتے روزانہ اپنے کو مارے اصلاح نہیں ہوگی، شیخ اگر

بھرے مجمع میں ایک دفعہ ڈانٹ دے تو ساری ڈینٹ نکل جاتی ہے۔خواجہ صاحب کو دیکھئے ڈپٹی کلکٹر تھے، کتنے بڑے ولی اللہ گذرے ہیں، بڑے بڑے علماء اُن سے بیعت ہوئے لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اصلاح کے لئے ڈانٹ لگائی ’’خواجہ صاحب! خانقاہ سے نکل جایئے‘‘، خواجہ صاحب نکل گئے اور اس مصرعے کے مصداق ہوئے ؎

بہت با آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

دنیاوی معشوقوں کے کوچے سے تو بہت بے آبرو ہو کر نکلنا شاعر نے کہا تھا لیکن اگر اللہ والا اصلاح کے لئے نکال دے تو ؎

بہت با آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

خواجہ صاحب نے خانقاہ کے دروازے کے باہر فٹ پاتھ پر بستر لگا دیا اور گنگنا رہے ہیں، مست ہیں ذرا بھی کچھ پرواہ نہیں تھی کہ شیخ نے میری ڈپٹی کلکٹری کا خیال نہیں کیا۔ ارے یہ ٹرہی نکالنے کے لئے تو سب کچھ ہو رہا ہے۔خواجہ صاحب نے ایک شعر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ کر بھیجا ؎

اُدھر وہ دَر نہ کھولیں گے اِدھر میں دَر نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں اُن کی کہیں میری

اس طرح اللہ ملتا ہے ؎

تو بیک زخمے گریزانی زِعشق
تو بجز نامے نہ میدانی زِعشق

ایک زخم لگا اور عاشقی کے دعوے سے دست بردار ہو گئے، ارے تم کیا جانو کہ محبت کس چیز کا نام ہے۔ اس لئے جنہوں نے اہل اللہ کے ناز اٹھائے، خدا اُن کو ملتا ہے۔

عزت کا چراغ اللہ کے اختیار میں ہے

قبل اس کے کہ میں آگے بڑھوں ایک وضاحت کر دوں، میں ذرا اس جبہّ کی شانِ لباس، اس جبہ کی وجہ بیان کر دوں جو میں نے پہن رکھا ہے کیونکہ بعضے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ آ سکتا ہے کہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو جبہّ کبھی نہیں پہنا، یہ مرید کیسے اتنی چمک دمک میں سامنے آ رہا ہے، میں نے بھی زندگی میں کبھی یہ سب نہیں پہنا، ہمیشہ سادہ ہی رہا ہوں لیکن جب میں اپنے شیخِ ثانی حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کے ساتھ پچھلے سال مدینہ منورہ حاضر ہوا تو ایک شخص جن کی دربارِ نبوی پر ڈیوٹی ہے یعنی روضۂ مبارک کے سامنے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کے سامنے ان کی ڈیوٹی لگتی ہے، دربانِ رسول ہیں، وہ عالم بھی ہیں، انہوں نے ایک جبہّ مجھے اور ایک میرے شیخ کو دیا اور کہا کہ دیکھو! اسے جمعہ کے دن ضرور پہننا، اب جا کے دیکھو ہردوئی میں حضرت والا ہر جمعہ کو پہنتے ہیں، میں نے بھی مولانا مفتی عبداللہ کو ایک جبہ تحفہ میں پیش کیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ جمعہ کے دن اور عید کے دن ضرور پہن لیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں کہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھیں، جب اللہ نے ہمیں ٹیچر بنایا ہے تو ہم کیوں پھٹیچر بنیں اور دیکھئے ایک بادشاہ اپنے بچوں کے لئے استاذ مقرر کرتا ہے اور وہ ایسے عمدہ لباس میں آتا ہے جس سے شہزادوں پر اثر پڑتا ہے تو اس استاذ کے لباس پر بادشاہ وظیفہ مقرر کرتا ہے کہ شاباش تم ایسی وقعت سے آئے کہ میرے بچے تم کو حقیر نہیں سمجھ سکے اور دوسرا میلی گدڑی پہنے ہوئے تواضع کے ساتھ آئے تو شہزادوں نے کہا ہم ایسے پھٹیچر کو ٹیچر نہیں بنا سکتے ۔لہٰذا دورِ حاضر میں جبکہ عام لوگ مولویوں کو بہت حقیر اور قربانی کی کھال مانگنے والا سمجھتے ہیں علماء کو ضروری ہے کہ ٹھاٹ سے رہیں تا کہ اس لباس کے بعد کسی

کو وسوسہ بھی نہیں آسکتا کہ تقریر کے بعد چندہ مانگے گا یا قربانی کی کھال کا مطالبہ کرے گا کہ ہمارے لئے ابھی سے ایڈوانس بکنگ کرلو، ہمارے لئے قربانی کی کھال کا خیال رکھنا، پھٹیچر لباس سے لوگوں کو ایسا وسوسہ آسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ شیخ کے اشارے اور مرضی کے بعد کہ اچھا لباس پہنو، پھر کوئی کچھ بھی کہتا رہے پرواہ مت کرو ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہئے

لہٰذا میرے شیخ نے جب تک میں ہردوئی میں تھا ہر جمعہ کو حضرت نے بھی جبہ پہنا کیونکہ اس میں مدینے کے دربان، دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربان نے وعدہ لیا کہ آپ اس کو جمعہ کے دن پہنیں گے، عید اور بقرعید میں پہنیں گے اور سنئے، ایک شخص نے خواب دیکھا کہ روضۂ مبارک پر حاضر ہے اور اندر جانا چاہتا ہے، تو اُسی دربان نے جس نے جُبّہ دیا ہے، اس کو فوراً روکا کہ اندر جانے کی اجازت نہیں ہے، اس نے کہا میں ہر جمعہ کو گلشن اقبال خانقاہ میں جاتا رہتا ہوں، میرا نام لیا تو اس دربان نے کہا کہیں بھی جاتے ہو کچھ بھی ہو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے، یہ وہ دربار ہے جہاں کوئی کچھ بھی ہو سب یہاں کے غلام ہیں، پھر اس دربان نے کہا کہ میں تمہارے شیخ کو جانتا ہوں، میرا نام لیا اور کہا میں نے ان کو ایک جبہ دیا تھا اور ان کے پیر صاحب کو بھی دیا تھا، کیا وہ جمعہ کے دن پہنتے ہیں یا نہیں؟ بس جب اس نے مجھ سے یہ خواب بیان کیا تو اب میں پابندی سے سفر میں بھی پہنتا ہوں اور جب میں نے اپنے شیخ کو یہ خواب لکھا تو حضرت نے فرمایا کہ اس خواب کی رعایت رکھتے ہوئے اب میں بھی پہنا کروں گا۔ یہ بتانا ذرا ضروری ہوتا ہے تا کہ بعض لوگوں کو بدگمانی نہ ہو۔

میں نے مولانا مفتی عبداللہ کو ایک جبہ تحفہ دیا وہ بھی مدینہ منورہ کا ہے،

شاید میں ان کو بتانا بھول گیا ہوں، بتایا تھا یا نہیں کہ مدینے شریف کا ہے؟ اللہ کے نبی کے شہر کا احترام ضروری ہے، اس کو ضرور پہنو، یہ مت سوچو کہ کوئی کیا کہے گا، عزت اللہ کے اختیار میں ہے، عزت کا چراغ خدا کے اختیار میں ہے اور ہم کوئی گناہ تو نہیں کر رہے ہیں، مدینے پاک کا عطا فرمودہ ہے، ہاں بڑوں کا لباس پہن کر اپنے کو بڑا نہ سمجھے، برکت کے لئے ہم پہن لیں لیکن اپنے کو بڑا نہ سمجھیں بس یہ ضروری ہے۔

اللہ والوں کے تذکرے باقی رہتے ہیں

میں اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ اللہ نے میرے شیخ پھولپوریؒ کے خاندان میں ایک عالم پیدا فرما دیا اور صرف عالم ہی نہیں مفتی بھی اور صرف مفتی نہیں اللہ والوں کا صحبت یافتہ اور شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ان کو خلیفہ مجازِ صحبت بھی بنایا ہے اور میں دعا بھی کر رہا ہوں کہ ان کی مجازِ بیعت بننے کی خوشخبری اللہ تعالیٰ جلد سنائے۔ میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ اس مسجد کے ذرّے ذرّے میں میرے شیخ کے پچاس ساٹھ سال کے آہ و نالے، آہ و فغاں، اللہ اللہ کی آوازیں جذب ہیں۔ یہاں اس کے اندر آپ ذرا کچھ عبادت کر کے دیکھیں، پھر اور کہیں کر کے دیکھ لیں، آپ کو فرق محسوس ہوگا کہ اللہ والے چلے جاتے ہیں مگر اُن کی برکت قائم رہ جاتی ہے ؎

نیکواں رفتند و سنت ہا بماند

نیک بندے چلے گئے اور ان کی سنتیں اور اُن کی برکتیں قائم رہ جاتی ہیں۔

وازلیئماں ظلم و لعنت ہا بماند

اور کمینے لوگ چلے جاتے ہیں ان کا کمینہ پن باقی رہ جاتا ہے اور اس کا

تذکرہ ہوتا رہتا ہے کہ فلاں بڑا بُرا آدمی تھا اور نیک بندے چلے جاتے ہیں ان کا تذکرہ اچھائی سے ہوتا ہے۔

صحبتِ صالحین کے اثرات اور صحبتِ بد کے نقصانات

تو اس لئے میری دلی تمنا ہے کہ یہاں ہر ماہ کوئی بڑا اجتماع ہو اور ہر جمعہ کو مجلس ہو جس میں بزرگوں کی باتیں سنائی جائیں اور جو لوگ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی دامت برکاتہم یا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے ہیں، سب کو یہاں آنا چاہیے کیونکہ ہمارا سلسلہ ان بزرگوں سے کوئی الگ نہیں ہے، ہماری جڑ ایک ہی ہے اوپر جا کر کوئی دادا سے مل جاتی ہے، کوئی پردادا سے مل جاتی ہے اور اگر بڑے موجود نہ ہوں تو بیس نمبر پاور کے پچاس چراغ جل جائیں تو کتنی روشنی ہو جائے گی؟ بتاؤ، بیس کو پچاس سے ضرب دو تو ایک ہزار پاور کا بلب جل گیا کہ نہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بست مصباح از یکے روشن تراست

بیس چراغ ایک چراغ سے روشن تر ہیں، لہٰذا ہم لوگ آپس میں مل کر بیٹھیں، بزرگوں کی باتیں سنیں، ان شاء اللہ تعالیٰ روشنی قائم رہے گی، دین قائم رہے گا، ترقی ہوتی رہے گی اور اگر ہم اپنوں سے الگ ہو جائیں گے اور ہر شخص اپنی ایک ڈیڑھ اینٹ کی دُنیا الگ بنائے ہوئے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ ارے بڑے بڑے تو سب اللہ کے پاس چلے گئے، اب ان چھوٹوں کے پاس کون جائے، پھس پھسے لوگ، کنڈم قسم کے لوگ جن کو وہ ناقابل ریفرنڈم سمجھتے ہیں لیکن جان پیاری ہے، جب بیمار ہوتے ہیں تو پھولپور ہی کے ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں، یہ دہلی کے حکیموں کا انتظار نہیں کرتے کہ دہلی کے قبرستان سے

حکیم اجمل خان مرحوم جب اٹھ کر آئیں گے تو اُن سے علاج کراؤں گا، اِن شٹر پٹر حکیموں سے علاج کرانا میری توہین ہے، کوئی ایسا نہیں کرتا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سے جان پیاری ہے تو موجودہ معالج سے رجوع کرتے ہیں ویسے ہی ایمان اگر پیارا ہو جائے گا تو جو موجودہ اللہ والے ہیں اور اللہ والوں کے صحبت یافتہ ہیں ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! میری سنتیں چھوٹ گئیں، اوابین کی نفلیں چھوٹ گئیں، نہ تہجد پڑھتا ہوں، نہ اوابین، نہ اشراق۔ پھر خط لکھا کہ اب سنت مؤکدہ بھی چھوٹ گئیں، خالی فرض پڑھتا ہوں، پھر لکھا کہ اب فرض بھی خطرے میں ہیں۔ تو حضرت نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم صالحین بندوں کے پاس نہیں بیٹھتے ہو، اپنوں سے دور ہو چکے ہو، جلدی سے نیک بندوں میں بیٹھنا شروع کرو، بس انہوں نے شہر میں جو صالحین تھے ان کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا اور ایمان تازہ ہو گیا۔

نیک صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے عطر کی دکان، اب آپ عطر کی دکان پر گئے، اگر وہ سخی ہے تو ایک آدھ پھایہ روئی میں لگا کے مفت میں دے دے گا اور اگر آپ کی جیب میں پیسہ ہے تو آپ خرید لیں گے اور اگر کچھ نہ ہوا تو خوشبو تو مل ہی جائے گی اور بری صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی، یا تو کپڑا جل جائے گا یا تو اس کی ہلکی سی کوئی چنگاری لگ جائے گی اور یا پھر کچھ نہ ملے گا تو دھواں تو مل ہی جائے گا۔ آہ! حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک گاؤں والا آیا اور اس نے کہا حضرت مولوی صاحب! ارے ہمارا آم سب کڑوا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ میرے آم کی شاخ سے ایک نیم کی شاخ مل کر گذر گئی اور نیم کی کڑواہٹ سے سارا آم کڑوا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا دیکھا بری صحبت کا حال، غافلوں میں نہ رہو، جیسے ٹی بی کا مرض

آگے بڑھ جاتا ہے، دوسروں کو بھی لگ جاتا ہے، غافلین میں مت بیٹھو، ورنہ غفلت کا کینسر اور ٹی بی کے جراثیم تمہارے اندر بھی آجائیں گے۔ جو اللہ کو یاد کررہے ہیں، اللہ کی یاد میں مست ہیں ان کی صحبت میں رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی صحبت سے تم بھی اللہ والے ہوجاؤ گے۔

تعلقِ شیخ سے ایمانی حیات کا آغاز ہوتا ہے

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حکیم اختر! سنو! میں سرائے میر عیدگاہ کی محراب میں پیدا ہوا ہوں۔ اب ایک اٹھارہ سال، بیس سال کا نوجوان لڑکا وہ اس کو کیا سمجھے گا، میں نے کہا کہ حضرت! وضاحت فرمایئے یہاں عیدگاہ کی محراب میں آپ کیسے پیدا ہوئے؟ فرمایا کہ میں عیدگاہ کی محراب میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا ہوں اور کسی اللہ والے کے ہاتھ پر جب کوئی بیعت ہوتا ہے تو اس کی ایمانی حیات کا آغاز ہوتا ہے، ایک نئی زندگی ملتی ہے، زندگی میں ایک نئی زندگی ملتی ہے، کھانے پینے کی زندگی تو مشرکین، غیر مسلمین اور جانوروں کو بھی حاصل ہے، جانور ہم سے زیادہ کھاتا ہے، اس کا امپورٹ ہم سے زیادہ ہے، اس کا ایکسپورٹ ہم سے زیادہ ہے۔ اگر تم کھانے پینے پر فخر کرتے ہو کہ میں بیس روٹی کھاتا ہوں تو ہاتھی پانچ سو روٹی کھا سکتا ہے، اگر آپ کہتے ہیں کہ صبح ایکسپورٹ میں میرا آدھا کلو نکلتا ہے، تو میں کہوں گا کہ ہاتھی کے ایکسپورٹ سے وزن کرلو تم ہاتھی سے نہیں جیت سکتے، جانور کے جانور رہو گے لیکن اگر اسی روٹی کو کھا کر اس سے جو خون بنے اور اس خون سے جو طاقت بنے ہم اس طاقت کو خدا تعالیٰ پر فدا کردیں اور ان کی نافرمانی میں استعمال نہ کریں کہ آنکھ کی روشنی کو، کان کی شنوائی کو، زبان کی طاقت گویائی کو، غرض ہر طرح سے ہم اللہ پر فدا ہو جائیں تو

اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے قدردان ہیں، وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں فرماتے۔ حضرت فرماتے تھے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تین کوٹھڑی چھوڑ کر چوتھی کوٹھڑی میں کوئی اللہ کی یاد میں رویا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو چھپنے نہیں دیں گے، اس کی خوشبو عالم میں پھیل جائے گی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا دوست بناتے ہیں اس کی حسب ذیل علامتیں پیدا ہوتی ہیں۔

محبتِ شیخ کی عظمت

اللہ کی ولایت کی پہلی علامت یہ ہے کہ اس وقت کے اولیاء اللہ اس سے محبت کرتے ہیں مِنْ اَمَارَاتِ وِلَایَتِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ اَنْ یَّرْزُقَ مَوَدَّتَہٗ فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَآئِہٖ ، اور فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے دل میں جس کی محبت اتر جائے وہ بھی نواز دیا جاتا ہے، کیونکہ

اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِ اَوْلِیَآئِہٖ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ

(مرقاۃ المفاتیح، کتابُ الدعوات، باب اسماء اللہ تعالیٰ، ج:۸ ص:۹۵)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں کو ہر وقت پیار سے دیکھتے رہتے ہیں، تو ان کے دلوں میں جس جس کی محبت ہوتی ہے ان پر بھی اللہ کی نگاہِ کرم پڑ جاتی ہے اور اسی سے ان کا بھی کام بن جاتا ہے اور وہ ذرہ آفتاب بن جاتا ہے۔ ایک شعر یاد آیا ؎

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

اگر اللہ والے ہمیں اپنی محبت دے دیں تو سبحان اللہ! جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ حضرت !اگر میں ہزار سال سجدے میں پڑا رہوں اور دعا مانگتا رہوں اور ایک دفعہ آپ کو دیکھ لوں تو میرے ہزار سال کے سجدوں سے آپ کی زیارت کی نعمت زیادہ اہم ہے یعنی آپ کی زیارت کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکتا، اگر ہم ہزار سال شکرادا کریں کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے اولیاء کی زیارت نصیب فرمائی، ہزار سال شکر پر ایک نظر اے حکیم الامتؒ ! آپ کو دیکھنا نصیب فرمایا تو اس ایک نظر آپ کو دیکھنے کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

ذوقِ صدیقیت مرشد پر دل و جان سے فدا ہونا ہے

یہی ذوقِ صدیقیت ہے، جو اپنے مرشد پر فدا ہونا نہیں جانتا وہ ظالم اللہ کے راستے میں کیا ترقی کرے گا، کیونکہ ذوقِ صدیقیت سے محروم ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اعلان فرمایا کہ مجھ کو دنیا میں تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں، ایک نیک بیوی، نمبر دو خوشبو اور فرمایا

وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

(سننُ النسائی، کتاب عشرۃ النِّسآء، باب حب النِّسآء، ج:۷، ص:۶۱)

لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ بیوقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن سے زیادہ محبت کرتے تھے، توبہ کریں ایسے خیالات سے بھی۔ سن لو! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يُحَدِّثُنَا وَنُحَدِّثُهٗ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَكَأَنَّمَا لَمْ يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ

(المغنی عن حمل الأسفار، ج:۱، ص:۱۰۵)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سے گفتگو فرماتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لیکن جب نماز کا وقت آتا تو مجھے رسول خدا پہچانتے بھی نہیں تھے اور ہم ان کو نہیں

پہچانتے تھے، ہم بھی اللہ کی یاد میں لگ جاتے تھے۔ اس کو کہتے ہیں اللہ کے نبیوں کا ایمان! شاعر کہتا ہے ؎

نمودِ جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اگر ہم بیوی کو، اولاد کو، زمینداری کو، کاروبار کو، موٹر کو، جاہ کو، وزارتِ عظمیٰ کی کرسیوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنالیں، تو جب یہ چھن جائیں گی تب یہ ٹھنڈک کہاں سے ملے گی۔ اگر کالے بالوں سے، اپنی ہی جوانی سے ہم ٹھنڈک لے رہے ہیں تو ایک دن ہمارے کالے بال سفید بالوں سے بدلنے والے ہیں، ہماری کمر ٹیڑھی ہونے والی ہے، جتنے نوجوان بچے ہیں اور جو نوجوان لڑکیاں ہیں ایک دن وہ کیا ہوں گی ؎

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

ہاں۔ دل مت لگانا صورتوں سے ورنہ اللہ نہیں ملے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں لا الٰہ پہلے بتادیا کہ اے دنیا والو! اگر الا اللہ چاہتے ہو تو پہلے باطل خداؤں کو قلب سے نکالو ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشق بتاں نہیں ہوتا

دل اللہ کا گھر ہے، اللہ کا گھر بت خانہ نہیں ہے، اس کو بت خانہ مت بناؤ۔

محبتِ شیخ سے اللہ کا راستہ بہت جلد طے ہوتا ہے

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ بات سنی کہ دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں،

ایک خوشبو دوسرے نیک بیوی اور تیسری یہ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو جیسے تین چیزیں کائنات میں محبوب ہیں مجھے بھی تین چیزیں کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اب دیکھئے ایک اُمتی ہوکر پیغمبر سے ایسی بات کرے، فوراً آپ نے فرمایا اچھا! اے صدیق! ذرا تو اپنی بات بتادے۔ حضرت صدیقِ اکبر نے عرض کیا کہ اَلنَّظَرُ اِلَیْكَ میں ایک نظر جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو ساری کائنات کی نعمتوں سے زیادہ مجھے لذیذ تر وہ نظر ہے۔ ارے نبی کو دیکھنا! جب اولیاء کو دیکھنے سے مزہ آجاتا ہے تو پیغمبر کو دیکھنے سے کتنا مزہ آئے گا، پیغمبر کو دیکھنا ایسے ہی ہے کہ گویا اس نے اللہ کو دیکھ لیا، اللہ کا نبی اللہ کے جلوؤں کا مرکز ہوتا ہے، ہر وقت اس پر پیہم تجلیات متواترہ متواصِلہ بلا فصل نازل ہوتی ہیں، لہٰذا عرض کیا کہ جب آپ کو دیکھتا ہوں تو اتنی خوشی اتنا مزہ آتا ہے کہ ساری دنیا میں اس کا مثل نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا! اور دوسری کیا چیز ہے۔ عرض کیا وَالْجُلُوْسُ بَیْنَ یَدَیْكَ آپ کے پاس جب تھوڑی دیر بیٹھ جاتا ہوں تو یہ بیٹھنا میرے قلب میں ساری کائنات کی نعمتوں سے افضل ہے، فرمایا اچھا، تیسری کیا ہے؟ عرض کیا وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلَیْكَ (تفسیر روح البیان، تحت سورۃ النمل) اور آپ پر جب اپنا مال خرچ کرتا ہوں تو یہ بھی سب سے زیادہ محبوب ہے، مزہ آجاتا ہے۔ یہی ذوقِ صدیق شیخ کے ساتھ منتقل ہوجانا چاہیے، محبت شیخ کی جس کو ملی وہ بڑے بڑے عبادت گذاروں سے بھی آگے بڑھ گیا، عاشقانہ مزاج، محبت والے مزاج کی اگر تربیت ہوجائے تو وہ بہت جلد اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ موٹر میں اگر پیٹرول وافر ہے تو صحیح ڈرائیوری کی ضرورت ہے جس سے وہ کہیں سے کہیں پہنچے گا، محبت والا جس کو کسی اللہ والے کی صحیح رہنمائی مل گئی وہ ایک اللہ کہنے سے اس مقام پر پہنچتا ہے، جتنا غیر محبت والے لاکھوں دفعہ کہنے سے بھی نہیں پہنچتے۔

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا اور عشق الٰہی میں سرشار ہوگیا اس کی دو رکعات غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہیں، تو بجائے اس کے کہ ہم تنہائیوں میں لاکھ رکعتیں پڑھیں اور اتنی پڑھی بھی نہیں جائیں گی، اس سے بہتر ہے کہ ہم کسی اللہ والے کی خدمت میں تھوڑی دیر بیٹھ جائیں۔

صحبتِ اہل اللہ کا مقام

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تھانہ بھون میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! یہ جو مشہور ہے کہ سو برس کی اخلاص کی عبادت سے اللہ والوں کی چند لمحوں کی صحبت زیادہ افضل ہے، یہ بات کیا مبالغہ تو نہیں؟ فرمایا مفتی صاحب! آپ نہیں سمجھے۔ مبالغہ نہیں ہے، یہ تو شاعر نے کم بیان کیا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تھوڑی دیر اللہ والوں کی صحبت سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے، شاعر نے کمی کی ہے، اس کے اندر حق ادا نہیں کیا، پھر مفتی صاحب نے پوچھا پھر آپ بتا دیجئے کیا ہونا چاہیے؟ فرمایا لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے، حقیقت میں شاعر کو یوں کہنا چاہئے تھا ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

لکھ سالہ یعنی لاکھ سال اور اس کی وجہ بیان کردی کہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی لیکن مردودیت سے نہ بچ سکا اور جس نے دل سے اللہ والوں کی صحبت اختیار کی اس سے گناہ تو ہوسکتا ہے لیکن دائرۂ اسلام سے خروج

نہیں ہوسکتا، اس کا خاتمہ ایمان پر یقینی ہے، اب آپ کہیں گے کہ بھئی! آپ کوئی مولویانہ دلیل دیجئے، یہ تو ملفوظاتی دلیل ہے، ملفوظاتی دلیل کو بعضے علماء نہیں مانتے۔ اب بخاری شریف سے دلیل بھی سن لیجئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جو شخص کسی سے اللہ کے لئے محبت کرلے

وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ج:۱، ص:۱۳)

اور دوسرا وہ جس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت ساری کائنات سے زیادہ ہوجائے اور تیسرا وہ جس کو کفر کی طرف جانا اتنا شاق ہو جیسے آگ میں جل جانا۔ یہ تین اعمال ہیں لیکن میں تین عملوں میں سے یہاں ایک عمل کو لیتا ہوں، تینوں عمل کو اجتماعی کیفیت حاصل نہیں ہے، ان میں سے اگر ایک بھی حاصل ہوجائے یعنی اللہ والوں کی محبت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور ایمان کی مٹھاس عطا فرمادیں گے۔ تو آپ نے دیکھا کہ اللہ والوں کی محبت سے کیا ملتا ہے؟ اللہ کی محبت اور ایمان کی مٹھاس! اور محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے گیارہ جلدوں میں مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ ایک دفعہ ایمان کی مٹھاس عطا فرمادیتا ہے پھر کبھی واپس نہیں لیتا، شاہی عطیہ واپس نہیں لیا جاتا، شاہ کریم ہوتا ہے اسے غیرت آتی ہے کہ اب دے کر کیا واپس لوں، لہٰذا محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَ قَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَّا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا
فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۱۸۵)

کہ جس کو حلاوتِ ایمانی خدا ایک دفعہ دیتا ہے لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا قلب سے کبھی وہ مٹھاس نہیں نکلتی، فرماتے ہیں فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ اس اشارہ سے ثابت ہوگیا کہ جو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھاتا ہے اس

کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے، اب بخاری شریف سے زیادہ قوی کیا دلیل ہوگی، ارے بھئی صحیح بخاری اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللہِ (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم) ہے۔

قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے

تو میرے دوستو! یہ عرض کررہا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت بہت بڑی نعمت ہے اور جب بزرگانِ دین چلے جائیں تو جو ان کی جگہ پر ہوں انہیں کا دامن پکڑو، یہ نہ سوچو کہ یہ ویسے نہیں ہیں، جس نے سوچا کہ اب ویسے نہیں رہے وہ محروم ہوجاتے ہیں۔ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے کہ صاحب اب بڑے بڑے اولیاء اللہ تو نہیں رہے، اب چھوٹے چھوٹے قسم کے ملّا اور چھوٹے چھوٹے قسم کے پھس پھسے قسم کے ولیوں کے پاس کون جائے۔ لیکن دنیا کے معاملہ میں کیا کرتے ہو کہ جب بیماری آتی ہے تو چونکہ جان پیاری ہے تو جو مقامی غیر معروف حکیم ہوتا ہے اسی سے علاج کراتے ہو۔ اسی طرح جس کو ایمان پیارا ہے تو وہ موجودہ اللہ والوں کے پاس جاتا ہے، اللہ تعالیٰ انہی سے کام لیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم اٹھائی ہے، ایک اللہ والے، حکیم الامت، مجددِ زمانہ کی قسم پیش کرتا ہوں، فرماتے ہیں خدا کی قسم جب کوئی ولی اللہ انتقال کرتا ہے تو اس کی جگہ پر دوسرا ولی اللہ بیٹھا دیا جاتا ہے، اللہ والوں کی کرسی خالی نہیں رہتی، قیامت تک آباد رہے گی، پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت دُر فشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

وہ ابرِ رحمت آج بھی ویسے ہی درفشاں ہے، رحمت کے موتیوں کی بارش کررہا ہے۔ لٰہذا جو اولیاء دنیا سے جاتے ہیں ان کی جگہ پر دوسرے اولیاء بیٹھا دئے جاتے ہیں۔ قیامت تک اولیاء کی کرسیاں خالی نہیں رہیں گی کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اللہ والوں کے پاس رہو، وہ باپ کیسا ظالم ہوگا جو اپنے بچوں سے کہے کہ دودھ پیا کرو اور بھینس نہ لائے یا دودھ نہ خریدے، گھر میں دودھ نہ ہو اور روزانہ اپنے بچوں سے کہتا ہو کہ ارے تم لوگ کیسے سوکھے سوکھے مریل نظر آتے ہو، روزانہ ایک ایک کلو دودھ کیوں نہیں پیتے، تو بچے کہیں گے کہ ابا جان! آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر کہیں دودھ بھی تو دکھایئے، گھر میں تو ایک قطرہ دودھ نہیں، تو بتایئے کیا کوئی ابّا ایسا کرسکتا ہے؟ تو ربّا کیسے کرے گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے سارے بندوں کو حکم دے دیا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں رہو تاکہ تم بھی ولی اللہ بن جاؤ اور خدا سب اولیاء اللہ کو دنیا سے اٹھالے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں، جب انہوں نے حکم دے دیا کہ اولیاء اللہ کے ساتھ رہو تو اولیاء اللہ کا پیدا کرنا احساناً ان کے ذمّہ ہے اور قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے لیکن شیطان ہم لوگوں کو بہکاتا ہے کہ اب اللہ والے بالکل کنڈم قسم کے ہیں حالانکہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے کامل درجہ کے اولیاء اللہ کو پیدا کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔

جو اہل اللہ کا عاشق نہیں وہ اللہ کا بھی عاشق نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم اٹھائی ہے کہ خدا کی قسم جب کوئی ولی اللہ دنیا سے جاتا ہے اس کی کرسی فوراً پُر کردی جاتی ہے لیکن ہم لوگوں کا مزاج بگڑا ہوا ہے، زندگی میں ہم قدر نہیں کرتے۔ اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ فِیۡہِ نَظَرٌ یعنی ارے میاں میں نے ان میں کچھ کمزوریاں محسوس کی ہیں تو دوسرا کہتا ہے ہاں بالکل صحیح کہتے ہو، میں نے بھی یہی مارک (Mark) کیا ہے، مجھے بھی یہی ڈاؤٹ (Doubt) ہوا ہے، اور جب انتقال ہوجائے گا تو پھر دوسطروں میں حضرت مولانا شاہ، رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہ

سے کم نہیں کہتے۔ جب مفتی شفیع صاحب کا انتقال ہوا تو دو لاکھ آدمی جمع ہو گئے اور جب زندگی میں مجلس کرتے تھے تو پچاس ساٹھ آدمی ہوتے تھے، تو ایک دل جلے نے کہا ظالمو! مرنے کے بعد یہ مجمع لگائے ہو، ان کی زندگی میں کیوں فیض حاصل نہیں کیا، اتنی بڑی کراچی، ایک کروڑ کی آبادی اور ساٹھ ستر آدمی آتے تھے، آج مرنے کے بعد اب قدر ہوئی ہے مگر آہ! میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک گاؤں میں کسی نے پوچھا بھیا! ہلدی کا کیا بھاؤ ہے؟ تو گاؤں سے ایک بڈھا نکلا اور اس نے کہا کہ ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا، جتنا چوٹ پرائے یعنی جتنا چوٹ میں درد ہوتا ہے اتنا ہی ہلدی کا بھاؤ ہوتا ہے۔ آہ! جس کو جتنا اللہ تعالیٰ کی تلاش اور درد ہوتا ہے اتنا ہی وہ اہل اللہ کی قدر کرتا ہے اور جس کو درد ہی نہیں ہے وہ کیا جانے، وہ کیا جانے کہ اللہ والے کیا چیز ہیں۔ میرے شیخ ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ جس کو اللہ والوں سے محبت نہیں ہے اس کو اللہ سے بھی محبت نہیں ہے، کیونکہ دنیا میں اگر کسی کو امرود سے عشق ہے، کباب سے عشق ہے، مٹھائی سے عشق ہے، تو جب کوئی آواز لگاتا ہے، مٹھائی والا! تو مٹھائی کا عاشق دوڑتا ہوا آتا ہے کہ ؎

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

یہ میرے محبوب کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔

اور کوئی کہتا ہے کباب والا! تو کباب کا عاشق فوراً دوڑتا ہوا آتا ہے کہ ہاں ہاں بھئی! کباب سے تو مجھے عشق ہے، واہ کہاں سے آ گیا میرا محبوب ؎

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

اور امرود والا آواز لگاتا ہے تو عاشقِ امرود فوراً امرود والے کے پاس جاتا ہے۔ اسی طرح جسے اللہ کی تلاش ہے وہ اللہ والے کا نام سن کر، اللہ والے کو پا کر مست ہو جاتا ہے۔

اللہ والوں کی حقیقی قدر کیا ہے؟

لیکن شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ افسوس ہے کہ مٹھائی والوں سے مٹھائی لیتے ہواور کباب والوں سے کباب لیتے ہو، کپڑے والوں سے نہیں کہتے کہ مٹھائی دے دو، مٹھائی والے سے کپڑا نہیں مانگتے ہو، لیکن اللہ والوں کے پاس جا کر وہاں بھی غیر اللہ مانگتے ہو کہ مولوی صاحب! دعا کر دیجئے کہ میرا الیکشن میں ذرا سلیکشن ہو جائے، اس الیکشن میں سلیکٹڈ ہو جاؤں، کوئی کہتا ہے میری بھینس دودھ نہیں دے رہی ہے، مولوی صاحب! ایسا کوئی تعویذ دے دو کہ ہم تھن میں باندھ دیں اور دودھ برسنے لگے، کوئی صاحب کہتے ہیں مولوی صاحب! ہمارے ہاں لڑکا نہیں ہو رہا ہے، کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے کہ لڑکا ہو جائے۔ ارے بھائی! یہ سب مانگنے کو ہم منع نہیں کرتے لیکن اس اللہ والے سے اگر اللہ کو نہیں مانگا تو اس کی قدر آپ نے نہیں کی، اُس سے کبھی یہ بھی تو کہو کہ ہم امرود والوں سے امرود لیتے ہیں، مٹھائی والوں سے مٹھائی، آپ اللہ والے ہیں، ہم آپ سے اللہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اللہ سے ملنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ جو اللہ والے ہیں ان سے راہ و رسم پیدا کرو، ان کی صحبت میں رہو۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو خود بہت بڑے عالم ہیں ہم کسی ولی اللہ سے کیوں فیض حاصل کریں۔ اوّل تو یہ گمان کہ ہم بڑے عالم اور ولی ہیں یہ خود مانعِ فیض ہے لیکن مان لو کہ شیخ اس درجے کا ولی اللہ نہیں ہے، تب بھی اپنے کو کچھ

نہ سمجھ کر اس کی صحبت میں رہو، اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرو۔ پھر اسی کی برکت سے جب تمہاری روحانیت پیدا ہوگی تو اسی درجے کی ہوگی جس درجے کی آپ میں صلاحیت ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مرغی کے پر میں بطخ کا انڈا رکھ دو تو بطخ ہی پیدا ہوتی ہے اور بطخ کا انڈا جب بطخ بن کر پانی پر چلے گا تو مرغی جو شیخ ہے، کہے گی کہ ارے ہم تو پیچھے رہ گئے یہ میرا خلیفہ آگے بڑھا جا رہا ہے، یہ پانی میں اتر گیا، لیکن خلیفہ اگر نالائق نہیں ہے تو مرغی کا ساری زندگی شکریہ ادا کرے گا کہ آپ کی گرمی ہی سے تو مجھے حیات عطا ہوئی۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے، مجددِ زمانہ تھے حاجی صاحب کے علم سے حضرت کا علم بدرجہا زیادہ تھا لیکن حاجی صاحب کا ہمیشہ شکریہ ادا کیا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کانپور میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو رہا تھا، خود فرمایا کہ عبدالغنی اس بیان میں شامل تھا اور اس بات کا چشم دید گواہ ہوں کہ بیان کرتے کرتے حضرت حکیم الامت کو اتنا جوش ہوا کہ بے اختیار زور سے نعرہ لگایا حالانکہ حکیم الامتؒ کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتے تھے، لیکن اُس وقت غلبۂ حال میں نعرہ لگایا ہائے امداد اللہ! ہائے امداد اللہ! اور حضرت حکیم الامتؒ خاموش ہو کر منبر پر بیٹھ گئے۔ کسی نے بعد میں پوچھا کہ حضرت آپ نے کیوں نعرہ لگایا؟ فرمایا کہ حاجی صاحب کے صدقے میں اور حاجی صاحب کی دعاؤں سے علوم کی اتنی بارش ہو رہی تھی اور اتنے مضامین آرہے تھے کہ مجھے انتخاب کرنا مشکل ہو گیا کہ کیا بیان کروں اور کیا نہ کروں۔ میں بے اختیار مجبور ہو گیا نعرہ لگانے پر۔ ایک بیرسٹر نے کہا کہ آپ کو کس نے مُلّا بنا دیا اگر آپ بیرسٹر ہوتے تو عدالت کو ہلا دیتے اور اپنے دلائل سے جج کو حیران کر دیتے۔ آپ اتنا مدلل بیان کرتے ہیں تو یہ بتایئے کہ آپ کو کس نے اس کمال تک پہنچایا ہے، وہ فارسی دان بھی تھا اس نے کہا ؎

تو مکمل از کمال کیستی
تو مجمل از جمال کیستی

تم کو یہ کمال کہاں سے حاصل ہوا ہے، یہ جمال کہاں سے ملا ہے۔
حضرت نے فرمایا کہ ؎

من مکمل از کمالِ حاجیم
من مجمل از جمالِ حاجیم

میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال سے مکمل ہوں، اُن کے جمال سے آج مجمل ہوں۔

تو حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکیم جی! حضرت کے حکیم جی کہنے میں مجھے اتنا مزہ آتا تھا کہ نہ پوچھو۔ سب لوگ بھی آج حکیم جی کہہ رہے ہیں حالانکہ جب میں علی گڑھ گیا اور ایک حکیم زرغام علی صاحب طبیہ کالج کے پروفیسر کو ایک دیہاتی نے حکیم جی کہہ دیا تو انہوں نے اس کو بھگا دیا اور کہا کہ ہم تمہارا نسخہ نہیں لکھیں گے، تم نے ہماری توہین کر دی، کبھی ڈاکٹر جی کہا، پروفیسر جی کہا، بس حکیم ہی کنڈم ہے جس کو جی لگا رہے ہو، منشی جی، حکیم جی، باورچی جی، ماسٹر جی بلکہ ماسٹر صاحب کہتے ہو لیکن مجھے مزہ آتا ہے کیونکہ میرے شیخ نے مجھے اسی نام سے پکارا تھا، حکیم جی، اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات کو متصاعداً، درجات پر درجات، درجات پر درجات بڑھاتا رہے اور میں ان کی اولاد کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ یہ بھی محبت کا حق ہے، اللہ ان کی اولاد پر، اولاد در اولاد پر، پورے خاندان پر شہر والوں پر بھی رحمت نازل فرما، پھولپور والوں پر بھی پھول برسا، پھولپور والوں پر اپنی رحمت کے پھول برسا اور

سب کو صاحب نسبت کردے، جہاں رہتا ہوں چاہے وہ حرم شریف کی زمین ہو، عرفات و منیٰ ، مزدلفہ ہو، کہیں بھی جاتا ہوں میں اپنے شیخ اور ان کے گھر والوں کو نہیں بھولتا۔

اللہ کا راستہ صحبتِ شیخ سے مزیدار ہوجاتا ہے

تو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بھئی! دیکھو یہ راستہ اللہ کا بہت مشکل راستہ ہے، نفس سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے، لیکن کسی اللہ والے سے اگر جڑ جاؤ تو فرماتے تھے حکیم اختر! اللہ والوں کی صحبت سے اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا ارے مزیدار بھی ہوجاتا ہے، پھر تلاوت کا مزہ، سجدے کا مزہ، اللہ کے نام لینے کا مزہ سارا دین مزیدار ہوجاتا ہے۔ایک شاعر کہتا ہے، بڑا عمدہ شعر کہا کسی ظالم نے لیکن ظالم بمعنی محبوب کے ہیں، یہ نہ سمجھنا کہ اس بے چارے نے ظلم کردیا ہے ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے

نفس کی ہواؤں سے دبا ہوا تھا لیکن جب اللہ والوں کی صحبت مل جاتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟

(ایک صاحب کو نیند آنے لگی تو فرمایا) بھئی! سوؤ مت ،میاں! ذرا آنکھ کھولے رکھو، بعد میں سو لینا ، میں بھی مسلسل جاگ رہا ہوں، جاگتا ہوں اور جگا کے رہوں گا ؎

سونے نہیں دیں گے تمہیں اب تا بہ سحر ہم
شب ہائے جدائی کی نکالیں گے کسر ہم

جانے نہیں دوں گا تمہیں اب تا بہ سحر میں، کتنے زمانے کے بعد اختر آیا ہے، ہم تمہیں سونے نہیں دیں گے، تم ہمیں دیکھا کرو اور ہم تمہیں دیکھا کریں۔

تو شاعر کہتا ہے کہ جب کسی اللہ والے کی صحبت مل جاتی ہے تو کیا ہوتا ہے ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے

ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

نفس وشیطان کی غلامی سے نجات کا راستہ

اب عرض کرتا ہوں، آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو، نفس وشیطان کی غلامی سے نکل کر دونوں جہاں کی کامیابی چاہتے ہو، دنیا میں بھی باعزت اور آخرت میں بھی باعزت زندگی چاہتے ہو تو تم اہل تقویٰ کی یعنی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، تاکہ تم اللہ والے بن جاؤ اور نفس دشمن کی غلامی سے نکل جاؤ ورنہ دشمن وہ ٹھونسے وہ گھونسے وہ لاتیں مارے گا کہ تمہیں بھوسا بنادے گا، دشمن سے توقع مت رکھو کہ نفس کو میں حرام مزہ چکھادوں گا تو یہ نفس میرا شکریہ ادا کرے گا اور جنت میں لے جائے گا، یہ نفس تمہیں دنیا میں بھی پٹوائے گا اور میدانِ محشر میں بھی پٹوائے گا، نفس دشمن ہے نا!۔ حدیث پاک سے ثابت ہے

اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسَكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ

(مرقاۃ الفاتیح، باب التطوع، ص ۴۷۹ جز ۴)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ جنہوں نے نفس کی غلامی کی وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی، اس لئے اس دشمن کو دشمن سمجھو اور اللہ والوں کی غلامی اور ان کی جوتیاں اٹھانا اپنی شان سمجھو۔ شاعر کہتا ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے

اور اہل صفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھ لو دوستو! ایک دفعہ محبت اور اخلاص سے اللہ کہو گے تو اتنا مزہ آئے گا کہ زمین سے آسمان تک شربت روح افزا مع موجوں کے تلاطم کے

ساتھ نظر آئے گا، دنیا کیا چیز ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چو حافظ گشت بیخود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب میں اللہ کا نام محبت سے لیتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ ایران کی دو سلطنتیں میں ایک جَو کے بدلے میں خریدنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

اولیاء اللہ کی پہچان

تو چونکہ میرے شیخ ہمیشہ اکثر شہروں میں انہی دو آیات پر بیان فرماتے تھے کہ اگر ولی اللہ بننا چاہتے ہو تو دو کام کرلو، کسی ولی اللہ کے پاس رہو اور اس کو کیسے پہچانو گے کہ یہ اللہ کا ولی ہے، اس کی یہ پہچان ہے کہ سنت و شریعت پر چلتا ہو، اس کے بڑوں نے اُس پر اعتماد کیا ہو، علماء بھی اس پر اعتماد کرتے ہوں، خالی جاہلوں کا پیر نہ ہو، یہ سمجھ لو، یہ خاص علامت بتا رہا ہوں، کیونکہ جاہلوں کا مجمع لگا لینا یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ ایک جاہل تھا، اس نے دیکھا کہ دن بھر مزدوری کرنے سے پچاس روپے ملتے ہیں اور اگر کوئی دوا بیچ لیتا ہے تو اسے پانچ سو روپے مل جاتے ہیں، مجمع لگ جاتا ہے، تو اس نے بھی کسی بھاڑ سے جہاں چنا بھنتا ہے راکھ جمع کرلی اور ساری راکھ لے آیا اور پڑیاں بنالیں اور ہمارے یہاں کثیر گنجان آبادی لالوکھیت کی ہے، اب جس کا نام لیاقت آباد ہے، وہ وہاں چوراہے پر کھڑا ہوگیا، ایک بالکل جاہل جو بلاک اٹھایا کرتا تھا مزدور تھا، اینٹیں اٹھاتا تھا، اب اس نے یہ مجمع والوں کا کام سیکھ لیا تو اس نے کہا کہ بھائیو! دیکھو یہ پڑیا جو ہے مچھر کی دوا ہے اور مچھر اس پڑیا سے مرجاتے ہیں، زیادہ دام نہیں ہے، صرف ایک روپیہ مچھروں اور کھٹملوں کی دوا ہے، آپ

مچھروں سے اور کھٹملوں سے نجات پا جائیں گے، تو بہت سے لوگوں نے خرید لی کہ بھئی! ایک روپے کی دوا تو بہت سستی ہے۔ سب لے کے چلے گئے، لکھنؤ کے ایک صاحب شیروانی پہنے ہوئے آئے، انہوں نے کہا صاحب ایک روپے کی دوا مجھے بھی دے دو لیکن ایک بات یہ بتائیے خان صاحب! کہ اس کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟ اس نے کہا بے وقوف! شیروانی اور بٹن اتنے لگے ہوئے ہیں، اتنی بھی عقل نہیں ہے، ارے بھئی! تم مچھر کو پکڑو، اس کا منہ کھولو اور ہمارا دوا اُس کے منہ میں ڈالو، اگر نہ مرے تو ہمارے پاس لے آؤ، ہم ضمانت لیتے ہیں، تمہارے مچھر کو ہم مارے گا، ہم اس مچھر کو جانے نہیں دے گا، تو وہ بے چارے شیروانی پہنے ہوئے جلدی سے آگے بڑھے اور اس پڑیا کو پھینک دیا اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ بدھو کہاں پھنسے، لَاحَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کس اُلّو کے چکر میں ہم آ گئے۔

تو ولی اللہ بننے کا نسخہ نمبر ایک ہے کسی اللہ کے ولی کی دوستی، جن پر علماء اور بزرگانِ دین اعتماد رکھتے ہیں اور وہ کسی اللہ والے کے اجازت یافتہ ہیں، بزرگوں کے جو لوگ صحبت یافتہ ہیں اپنی اپنی بستیوں میں ان کو غنیمت سمجھو، اب یہاں کی قریبی بستی میں، یہاں آپ سے قریب تر کون ہے؟ اس خانقاہ کے شیخ حضرت پھولپوریؒ کے پوتے مفتی عبداللہ ہیں۔ ان کی صحبت میں بیٹھو، کچھ نہ کچھ تو مسئلہ ہی بتا دیں گے، کوئی علمی حدیث اور قرآنِ پاک کی تفسیر سنا دیں گے لیکن یہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے مجازِ صحبت بھی ہیں، یعنی ان کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کی تربیت کریں، آپ کو ذکر بتا دیں، آپ کے نفس کی اصلاح کر دیں، یہ ہیں مجازِ صحبت کے اختیارات، جس کو یہ مارے شرم وغیرت کے خود نہیں بیان کرتے اور یہ بزرگوں کے دستور کے

مطابق ہے، کوئی اپنے منہ سے نہیں کہتا کہ میں خلیفہ ہوں، میرے پاس آؤ، اللہ والے تو اپنے کو چھپا کے رکھتے ہیں مگر میرا فرض ہے کہ میں آپ لوگوں کی خیر خواہی میں آپ لوگوں کو متوجہ کروں۔ اختر تو کراچی چلا جائے گا لیکن یہ کہتا ہوں کہ ان کی حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تو اپنی جگہ پر ہے ہی مگر مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اِن کو حرمین شریفین میں خلافت بھی دی ہے، مجازِ صحبت بنایا ہے۔ لہٰذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ جمعہ یہیں آ کر پڑھنے کی کوشش کیجئے، ان کا بیان سنئے، ان سے اصلاحِ نفس کا مشورہ لیجئے اور ان سے اللہ اللہ کا ذکر بھی پوچھ لیجئے کہ کیسے اللہ اللہ کیا جاتا ہے، صحبت کو معمولی نہ سمجھئے۔

صحبتِ شیخ اور مجاہدہ کا ربط

اب سنئے، میرے شیخ نے شاید ہی کبھی ایسا بیان کیا ہو جس میں ولی اللہ بننے کے نسخے کے یہ دو جز بیان نہ کئے ہوں۔ نمبر (۱) اللہ والوں کی صحبت، نمبر (۲) مجاہدہ۔ یعنی صحبت میں رہ کر ولی اللہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ اللہ والا بننے کی نیت ہو اور اللہ کی راہ میں مجاہدہ بھی کرے، خالی دسترخوان پر مرغی اڑانے کی نیت نہ ہو بلکہ اللہ کے راستہ میں گناہوں سے بچنے کا غم اٹھاتا ہو اور شیخ کا بتایا ہوا ذکر کرتا ہو، یہ نہیں جیسے مجھ سے ایک کالج کے لڑکے نے کہا تھا جو میرے ساتھ باندہ کے سفر میں تھا، جب میں نے یہ شعر پڑھا کہ اللہ سے ملنے کا یہی ایک راستہ ہے ۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

تو اس نے وعظ کے بعد تنہائی میں مجھ سے کہا کہ مجھے ہر دسترخوان پر مرغا مل رہا ہے تو میں نے بھی ایک شعر بنایا ہے کہ ۔

مرغ کھانے کی ہے یہی اِک راہ
کھانے والوں سے راہ پیدا کر

میں نے کہا دھت تری کی تو نے صحبت کا یہ مطلب سمجھا کہ بس مرغی اُڑاؤ، اب اس کو میں دھت تری نہ کہوں تو کیا کہوں۔ تو ولی اللہ بننے کا بہت آسان نسخہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کے پاس آنا جانا رکھو، اگر اللہ والے دور ہیں تو جو اللہ والوں کے پاس آتے جاتے ہیں، ان کی صحبت کو غنیمت سمجھو۔ مفتی عبداللہ، مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے پاس آتے جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا شاید اور بھی لوگ یہاں بزرگوں کے صحبت یافتہ ہوں گے، جس کو جہاں مناسبت ہو اس سے تعلق قائم کریں کیونکہ مناسبت بھی بہت ضروری ہے، اگر دل ملتا ہے تب آیئے، ورنہ دوسرا تلاش کرو کیونکہ میرا ایک شعر ہے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

یہ اِس فقیر کا شعر ہے، تو ایک جز تو یہ ہے اللہ والوں کی صحبت یا اُن لوگوں کی صحبت جو اللہ والوں کے پاس آتے جاتے ہیں اور ان کے معتمد علیہم ہیں نمبر دو ہے مجاہدہ۔ آپ کہیں گے مجاہدہ کیا چیز ہے، میں اس کی تفسیر کر کے آج کی تقریر ختم کرتا ہوں کیونکہ اگلا جمعہ ہمیں نہیں ملے گا، جمعرات کو میری روانگی ہو جائے گی، اس لئے اس کی تفسیر کر دیتا ہوں کہ مجاہدہ کیا چیز ہے۔ مجاہدہ یہ نہیں ہے کہ غیر ضروری مشقت اٹھائے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ سایہ ہوتے ہوئے دھوپ میں نماز پڑھ رہے تھے، تو ایک اللہ والے عارف باللہ نے کہا کہ یہ شخص کسی بلا میں مبتلا ہونے والا ہے، چنانچہ ان کی زبان سے انا الحق نکلا اور تختۂ دار پر چڑھائے گئے، اس لئے مجاہدہ

کی تفسیر سنئے کہ مجاہدہ کیا چیز ہے۔ صحبت اہل اللہ کے بعد کوئی اگر چار کام نہ کرے گا تو کتنا ہی بڑے سے بڑا شیخ کامل ہو اس کے پاس بھی وہ رہے تو وہ بُرا ہی رہے گا، اچھا نہیں بن سکتا، لہٰذا اس کو غور سے سن لیجئے تا کہ دونوں جز مکمل ہو کر ہم ولی اللہ بن جائیں۔ مجاہدہ کی نمبر ایک تفسیر کیا ہے؟

مجاہدہ کی پہلی تعریف: رضائے الٰہی کے لئے ہر مشقت اٹھانا

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نمبر ایک مجاہدہ یہ ہے

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی ابْتِغَآءِ مَرْضَاتِنَا

(تفسیر المظھری، ج:۷، ص:۲۱٦)

جو سالکین، جو بندے اللہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی تمام خوشیوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

یعنی ہماری جس خوشی سے اللہ کی ناخوشی ہے، ایسی خوشی پر لعنت بھیجو خواہ شیطان اور نفس کتنا ہی کہے ارے میاں! یہ گناہ کرلو بڑا مزہ آئے گا، لیکن یاد رکھو یہ ظالم نفس دشمن گناہ کرا کے تمہیں پٹوائے گا اور آخرت میں بھی پٹواتا چلا جائے گا، قبر میں بھی پٹوائے گا، عالمِ برزخ میں بھی پٹوائے گا۔

یاد رکھو، اس نفس کو دشمن یقین کرو اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ، آپ نے فرمایا ہے

اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ

(مرقاۃ الفاتیح، باب التطوع، ص ۴۷۹ جز ۴)

تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے لہٰذا جب نفس کہے کہ اس عورت کو دیکھنے سے یا اس لڑکے کو دیکھنے سے بڑا مزہ آئے گا تو اس کو اختر کا

یہ شعر سنادو۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں

کہ جن سے رب مرا اے دوستو! ناراض ہوتا ہے

میرا ہی شعر ہے، میں واللہ قسم کھا کے کہتا ہوں اور میری قسم گو بہت زیادہ قابل وقعت نہیں، ایک معمولی مسلمان ہوں لیکن کسی مسلمان کی قسم کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ واللہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں اپنے اندر درآمد کیں، زندگی بھر وہ خوشی نہیں پاسکے اور نہ کبھی پا سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خالقِ خوشی ہیں، صاحبِ قدرت ہیں۔ ایک معمولی زمیندار اپنے نافرمان نائیوں سے دھوبیوں سے جن کو وہ زمین دیتا ہے، کہتا ہے کہ میری زمین پر بس کر ظالمو ووٹ دوسروں کو دیتے ہو، اپنی زمین سے لات گھونسے مار کر لاٹھی مار کر چارپائی پر لٹا کر واپس کروں گا، اپنی زمین چھین لوں گا۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ قدرت ہے، جو زمین پر چلنے والا آسمان والے کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں بدنظری سے، غیبت سے، گانا سن کر، ماں باپ سے لڑ کر، اساتذہ کے ساتھ بدتمیزی کر کے یا غصے میں بیوی کو بلا وجہ پیٹ کر یا بہنوں کا حق دبا کر اللہ کو ناخوش کرے گا، بس سمجھ لو اس کے دل کو چین نہیں ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس سے ناخوش ہوتے ہیں، ان کا قرآنِ پاک میں اعلان ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا

(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

جس نے ہماری نافرمانی کی، ہمیں بھلا دیا اور وہ سمجھتا ہے کہ میں خوب مزے لوٹوں گا، یاد رکھو دنیا والو! میں تمہاری زندگی کو تلخ کردوں گا، تم ایئر کنڈیشن میں خودکشی کرو گے، تمہارے منہ میں کباب اور پلاؤ ہوگا لیکن دل میں پریشانی کے بے شمار ہتھوڑے لگ رہے ہوں گے، سکون نہیں پاؤ گے۔ شاعر کہتا ہے۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالَم بیاباں ہوگیا

اس لئے آج سب لوگ عہد کرلیں، ہم بھی عہد کرلیں اختر مسافر ہے، اس کی دعا قبول ہوجائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہاں بہت سے اللہ والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں لہٰذا آج سے عہد کرلیں کہ اے خدا! ہم آپ کو ناخوش کر کے آپ کی ناخوشی کی راہوں سے کبھی حرام خوشی کو دل میں امپورٹ نہیں کریں گے، درآمد نہیں کریں گے، اِستیراد نہیں کریں گے، تین زبانیں بول رہا ہوں، انگلش، فارسی اور عربی، یعنی جس بات سے آپ ناخوش ہوتے ہیں، ہم ایسی خوشیوں کو لعنت بھیجتے ہیں، چاہے نفس میں کتنی ہی پریشانی ہو، لیکن اس پریشانی سے کہ ہم اے دشمن تیری بات نہیں مانتے ،اتنا زبردست مزہ آئے گا کہ نہ پوچھو۔ ایسا ایمان اور یقین اللہ ہم سب کو عطا کردے کہ ان کو ناخوش کر کے حرام خوشیوں کو اپنے دل میں لانا چھوڑ دیں، پھر دیکھو جو اپنی خوشیوں کو اللہ کی خوشی پر فدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو خوش رکھنے کا فیصلہ فرماتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ خوش رکھنے کا فیصلہ کرلے سارا عالم اس کی خوشی کو چھین نہیں سکتا۔ ماؤں کی گود سے بچے چھینے جاسکتے ہیں کیونکہ کوئی غنڈا ماں سے زیادہ طاقتور آجائے تو ماں بے چاری کمزور ہے وہ بچے کو چھینے جانے سے نہیں بچاسکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی گود جس کو عطا فرمادیں ساری کائنات اس کو چھین نہیں سکتی، بتاؤ بھئی! اللہ سے بڑھ کر کوئی ہے طاقت والا؟ تو ایک تفسیر تو یہ ہوگئی، آج سے ہم سب یہ عہد کرلیں کہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے ہم مشقت برداشت کرلیں گے، چاہے جان بھی چلی جائے اگر وہ محبوب حقیقی جان ہی مانگتا ہے، میرا شعر سن لیجئے ؎

جان دے دی میں نے اُن کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

کیا ہوگا، اللہ خوش ہو جائے گا جتنا زیادہ ہم اپنی جان پر رحم کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ ہماری جان پر رحم فرمانے والے ہیں، اگر ہم اپنی جان پر رحم کرتے تو بدنظری، زنا، بدکاریاں اور شباب وکباب سے منہ کالا نہ کرتے۔ دوزخ کا راستہ اختیار نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں اپنی جانوں پر رحم نہیں آتا ہے، ہم بے رحم ہو جاتے ہیں تب گناہ کرتے ہیں، کیا مسلمان کو نہیں معلوم کہ گناہ کر کے دوزخ میں جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر جتنی رحمت ہے، اس کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو ؎

مادراں را مہر من آموختم

ماؤں کو محبت کرنا میں نے ہی تو سکھایا ہے، میں نے ان کے جگر میں مامتا رکھی ہے، تم ماؤں کی رحمت پر ناز کرتے ہو لیکن ؎

چوں بود شمعے کہ من افروختم

میری محبت اور رحمت کے آفتاب کو تم کیا تصور کر سکتے ہو، تم میری بے پایاں رحمت کو کیا جانو۔ کسی حاجی صاحب نے ایک ٹوپی پہنا دی تو کہتے ہو کہ بہت بہت شکریہ، آپ نے مکہ شریف کی ٹوپی دے دی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ظالم تو نے ٹوپی دینے والے کا تو شکریہ ادا کیا لیکن جس سر پر ٹوپی رکھی ہے اس سر بنانے والے کا بھی کبھی شکریہ ادا کیا؟ دعوت کھلانے والے کا تو شکریہ ادا کیا لیکن معدہ اگر خراب ہو جائے تو دس بیس لاکھ میں بھی اچھا نہیں ہوتا اُس معدہ بنانے والے کا بھی کبھی شکریہ ادا کیا؟ لہٰذا مجاہدہ کی ایک تفسیر آپ نے سمجھ لی کہ ان خوشیوں کو آگ لگا دو جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے ؎

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں

میں ان پر مرمٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

تو ایک بات کا آج عہد کرلیں کہ اللہ کو راضی کرنے میں ہر مشقت اٹھائیں گے کیونکہ اللہ والوں کی صحبت تو مل جاتی ہے لیکن لوگ مجاہدہ سے جان چراتے ہیں، جیسے بھینس دودھ چرالیتی ہے ویسے ہی یہ ہمت چور ہوتا ہے۔

مجاہدہ کی دوسری تعریف: دین کی مدد ونصرت کرنا

اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِيْ نُصْرَةِ دِيْنِنَا

(تفسیر المظھری، ج:۷، ص:۲۱۶)

جولوگ دین کے پھیلانے میں مدد کرتے ہیں، جن کو دین پھیلانا آتا ہے، علمائے کرام، ان کا ساتھ دیتے ہیں، ایک دوسرے سے کہتے ہیں بھئی! چلو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کی خانقاہ پھولپور میں ایک عالم رہتا ہے، چلو ذرا اُن کی باتیں تو سنیں، یہ بات نصرتِ دین میں شامل ہے۔

مجاہدہ کی تیسری تعریف: احکاماتِ الٰہیہ کی بجا آوری

اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِي امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا

(تفسیر المظھری، ج:۷، ص:۲۱۶)

جس کا دل چاہے تفسیر مظہری پڑھ لے، یہ باتیں میں مع عربی عبارت کے نقل کررہا ہوں، تو یہ تیسرا مجاہدہ کیا ہے کہ اللہ نے جس چیز کا حکم دیا بس اس پر جان دے دو، رمضان کا مہینہ آیا، روزہ رکھ لو، تراویح کے وقت تراویح پڑھ لو، اتنی افطاری مت کرو کہ جب تراویح میں سجدے میں جاؤ اور کہو اللہ اکبر تو سب سے پہلے دہی بڑا کہے کہ پہلے میں نکلوں گا، اتنا دہی بڑا مت ٹھونسو کہ نماز میں اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جائے اور جب سجدے میں گئے اور پیٹ دبا تو آپ کہہ رہے ہیں اللہ اکبر اللہ بڑا ہے اور پیٹ کے اندر سے دہی بڑا کہہ رہا ہے، نہیں پہلے میں نکلوں گا، پھر اللہ اکبر نکلے گا، اتنا کھانا جائز نہیں ہے جس سے عبادت میں سستی پیدا ہو جائے۔

تین تفسیریں ہوگئیں (۱) اللہ کی خوشیوں پر اپنی خوشی کو فدا کرنا اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہر مشقت اٹھانا (۲) اللہ کے دین کو پھیلانے کی مشقت کو برداشت کرنا (۳) اللہ کے احکام کو بجالانا

مجاہدہ کی چوتھی تعریف: اللہ کو ناراض کرنے والے اعمال سے بچنا

چوتھی تفسیر یہ ہے کہ

اَلَّذِیۡنَ اخۡتَارُوا الۡمَشَقَّۃَ فِی الۡاِنۡتِھَآءِ عَنۡ مَّنَاھِیۡنَا

(تفسیر المظھری، ج:۷، ص:۲۱۶)

جو اپنے دل پر غم اٹھاتے ہیں، گناہوں سے اپنے کو بچاتے ہیں کتنی ہی حسین عورت آجائے وہ سوچتے ہیں کہ آسمان والا بھی دیکھ رہا ہے، یہ نہ سوچو کہ کوئی ہماری نگرانی نہیں کررہا، ہماری نظروں پر ہر وقت ان کی نظر ہے۔ میرا شعر ہے ؎

میری نظر پہ اُن کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

وہ دیکھ رہے ہیں آسمان سے۔ اللہ نے ایک نظر بچانے پر اتنا بڑا انعام رکھا ہے کہ ہم اس کو ایمان کی مٹھاس دیتے ہیں اور ایمان کی مٹھاس دینے کے بعد واپس نہیں لی جاتی تو نظر بچانے پر ایمان پر خاتمہ بھی ملتا ہے جس کی دلیل آپ سن ہی چکے ہیں۔ اچھا نظر بچانے پر تو حسن خاتمہ ملتا ہے اور نظر نہ بچانے پر کیا ملتا ہے؟ مان لیجئے کسی شخص نے سوچا ارے بھئی! دیکھا جائے گا، ہم اللہ کا حکم نہیں مانتے، چلو خوب حسینوں سے، ٹیڈیوں سے نظر لڑاؤ، لیکن یاد رکھو نیند حرام ہوجائے گی اور صحت بھی خراب ہوجائے گی، جیسے پیٹرول پمپ پر انگریزی میں لکھا رہتا ہے نو اسموکنگ پلیز (NO SMOKING PLEASE) عرب لکھتے ہیں مَمۡنُوۡعُ التَّدۡخِیۡنِ یہاں سگریٹ پینا منع ہے، کیونکہ پیٹرول پمپ جل جائے گا تو ہمارے ایمان کا پیٹرول پمپ دل ہے، اگر نظر نہیں بچائیں گے تو دل جو اللہ کی محبت کا پیٹرول پمپ

ہے جل کر خاک ہوجائے گا، آگ لگ جائے گی، چین نہ پائے گا، ہر وقت پریشانی ہوگی، ہر وقت پریشانی۔ پریشانی میں پری ہے یا نہیں؟ بتاتے کیوں نہیں ہو بھئی! پریشانی میں پری ہے، بس سمجھ لو کہ پری آئی اور شانی ساتھ لائی ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

اللہ کے سوا کوئی ہمارے دل کو چین وسکون نہیں دے سکتا

واللہ! قسم کھا کر اختر کہتا ہے، پینسٹھ سال کی زندگی، بال سفید ہوگئے، میں مسجد میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ کسی شخص نے غیر اللہ سے دل لگا کر مجھ سے کبھی نہیں کہا کہ میں چین سے ہوں، سوائے اس کے کہ کہتا ہے کھوپڑی گرم ہے، اس کی یاد سے دل دھڑک رہا ہے، صحت خراب ہورہی ہے، پنڈلیوں میں اینٹھن ہے، ہر وقت طرح طرح کی بیماریاں ہیں، پڑھنے میں دل نہیں لگتا، تجارت میں دل نہیں لگتا، دکان الگ خراب ہورہی ہے اور میں دنیوی اور اخروی طور پر تباہ ہورہا ہوں۔ یہ بات میں بَبا نگِ دُہُل، اعلان کر کے کہتا ہوں کہ غیر اللہ ہمارے دل کو چین سے رکھنا نہیں جانتے، کہاں دل دیتے ہو! سوائے خدا کے ہمارے دل کو چین سے رکھنا کوئی جانتا بھی نہیں، رکھنا تو درکنار کوئی جانتا بھی نہیں جیسے سنگر مشین بنانے والے اعلان کرتے ہیں کہ دیکھو یہ ہماری کمپنی کی مشین ہے اس میں ہماری ہی کمپنی کا تیل ڈالنا۔ اللہ نے جب دل بنایا تو اعلان کردیا

اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ
(سورۃ الرعد آیۃ ۲۸)

کہ دل میں نے بنایا ہے اس کو میری ہی یاد سے چین ملے گا۔ میرا ذکر اور میری یاد، یہ ہماری کمپنی کا تیل ہے اس میں اگر ہماری یاد کا تیل ڈالو گے تو تمہارا دل چین سے رہے گا اور اگر تم نے ہمیں بھلا دیا تو منہ میں کباب ہوگا اور

دل پر عذاب ہوگا، چین نہ پاؤ گے اور ایئر کنڈیشن میں خودکشی کرو گے اور پھر قبر میں ہم الگ پکڑیں گے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ کے راستے کے مجاہدات سے قربِ عظیم ملتا ہے

اس لئے آخری تفسیر یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دو، تو اس کے چار مجاہدے کرلیں، ہم لوگ اگر اللہ والا بننا چاہتے ہیں تو اللہ والوں کی صحبت اٹھائیں اور اللہ پاک فرماتے ہیں کہ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا جو مومن میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، غم اٹھاتے ہیں، تکلیفیں اور مشقت برداشت کرتے ہیں، میں ان کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا، میں ان کو کیا انعام دیتا ہوں؟ لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا اے علماء دین لام تاکید با نون ثقیلہ کی خاصیت کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کیجئے کہ ہم ضرور بالضرور ان کے لئے اپنے راستے کھول دیں گے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سُبُلَنَا کی دو تفسیریں کرتے ہیں سُبُلَ السَّیۡرِ اِلَیۡنَا ہم سیر الی اللہ بھی تم کو عطا کریں گے یعنی اپنے دربار کے دروازے تک پہنچا دیں گے اور سُبُلَ الۡوُصُوۡلِ اِلٰی جَنَابِنَا (تفسیر المظھری، ج:۷، ص:۲۱۶) اور پھر اپنے قُربِ خاص کے دروازے کھول دیں گے اور تمہیں اپنا درباری اور مقرب بنالیں گے اِنَّ اللهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ اور اگر تم نے ہماری راہ کے مجاہدے کی یہ تکلیف اٹھائی تو ہم تمہیں مخلصین کا خطاب بھی دیں گے کہ تم ہمارے مخلص ہو، نفس کے غلام نہیں ہو، بکاؤ مال نہیں ہو، مجھے راضی کرنے کے لئے دونوں جہان فدا کرتے ہو۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں، آہ، کیا شعر کہا ہے حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ خواجہ صاحبؒ نے کہ۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو!
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

ارے ظالمو! دونوں جہاں فدا کر کے اللہ مل جائے تو بھی سستا سودا ہے، اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ان کو مخلصین فرمایا اور جو مشقت چور ہیں، ہمت چور ہیں، اس بھینس کو جو ایک کلو دودھ روزانہ چرالے اور مالک کے بچوں کو نہ ملے تو ایسی بھینس کو قصائی کو دے دیا جاتا ہے، ایسے ظالم پر اندیشہ ہے کہ بڑا عذاب نازل ہوگا جو ہمت رکھتے ہیں مگر ہمت چور ہیں اور گناہ نہیں چھوڑتے۔

(احقر جامع ٹیپ کی سائڈ بدلنے لگا تو حضرت والا نے دیکھ لیا اور تنبیہاً فرمایا کہ) میر صاحب، پھر اِدھر دیکھتے نہیں ہو، جب میں دردِ محبت سے اور دردِ دل سے کوئی بات پیش کرتا ہوں تمہاری نگاہ دوسری طرف چلی جاتی ہے، ہم ٹیپ شیپ کچھ نہیں جانتے، دل میں ٹیپ کرو، آہ اور درد، دل میں ٹیپ ہوتا ہے۔ لوہے میں یہ صلاحیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی چنگاری کو آسمانوں پر زمینوں پر نازل کر دیتا اور یہ قبول کر لیتے، لیکن آسمان و زمین نے مع اپنے تانبا، لوہا اور ساری دھات کے اور سارے اجزائے ارضیہ اور سارے اجزائے فلکیہ کے ہتھیار ڈال دیے کہ ہم آپ کی محبت کے درد کو نہیں برداشت کر سکتے۔ حضرتِ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دردِ محبت عطا فرمایا جس کو خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

ایسے وقت میں ٹیپ ریکارڈ کو مارو لات، ٹیپ ریکارڈ کیا چیز ہے، صحابہ کے پاس کیا ٹیپ ریکارڈ تھے؟ اِس کے سہارے پر اِدھر اُدھر نظر مت ڈالو۔

ہمت چور اللہ کا راستہ نہیں طے کر سکتے

تو میں عرض کررہا تھا کہ گناہوں سے بچنے میں پوری ہمت استعمال کرو، گناہوں کے لئے ہمت نہ چراؤ، اس بھینس کی طرح مت بنو جو اپنے بچے کی محبت میں دودھ چرالیتی ہے اور مالک سے خیانت کرتی ہے اسی طرح جو گناہ کرنے کے لئے ہمت چراتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو مول لیتے ہیں اور برباد ہوجاتے ہیں ۔ جو لوگ ہمت چور ہیں اور کہتے ہیں کہ گناہ چھوڑنے کی ہمارے اندر ہمت ہی نہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ اللہ اگر ہم کو گناہوں سے بچنے کی ہمت نہ دیتا تو گناہ چھوڑنا فرض ہی نہ کرتا، یہ کہنا کہ ہمارے اندر ہمت نہیں تو یہ کہنا ہے کہ گویا نعوذ باللہ، اللہ نے ہمت نہیں دی اور حکم دے دیا کہ حسینوں سے نظر بچاؤ ۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہمت کو مِن وعَن استعمال نہیں کرتا ، پورا استعمال نہیں کرتا، اپنے نفس کی لذتوں کے لئے، خبیث اور حرام لذتوں کے لئے ہمت کو چرالیتا ہے، یہ عادی مجرم ہے، نفس سے اس کی ساز باز ہوجاتی ہے اور نفس اس سے کہتا ہے کہ دیکھو پوری ہمت سے تقویٰ مت اختیار کرلینا نہیں تو عورتوں کو کیسے دیکھو گے، لڑکوں کا حسن کیسے دیکھو گے اور گانا کیسے سنو گے، ارے بالکل ملّا ہوجاؤ گے تو کیسے زندہ رہو گے، یہ مزیدار زندگی کہاں رہے گی، اس سے کہہ دو کہ ارے بدمعاش نفس امارہ بالسوء، تیرے نام ہی میں بچھو کی آواز نکلتی ہے، تو میرا دشمن ہے، اللہ نے تجھے دشمن بتایا ہے، رسولِ خدا نے تجھے دشمن بتایا ہے، میں تیری حرام لذتوں پر لعنت بھیجتا ہوں کیونکہ ان سے میرا اللہ ناراض ہوتا ہے ۔

میں ایسی لذتوں کو قابل لعنت سمجھتا ہوں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

تو ہمت چوروں پر قیامت کے دن ایک مقدمہ چلے گا کہ میں نے تم کو گناہ چھوڑنے کی ہمت دی تھی لیکن تم اُس ہمت کو پورا استعمال نہیں کرتے تھے، اگر تین حصہ ہمت ہم کو دیتے تھے تو ایک حصہ اپنے نفس خبیث کو حرام مزہ چکھاتے تھے، بولو بھئی! مقدمہ کا امکان ہے یا نہیں؟ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اور آپ توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ معاف فرمادے، لیکن قضیہ ممکنہ تو ہے کہ اللہ تعالیٰ عین گناہ کی حالت میں موت دے دے، بعضے لوگوں کو عین گناہ کی حالت میں موت آگئی اور حدیث پاک میں ہے کہ آدمی قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کو موت آئی ہے۔ لہٰذا یہ مقدمہ دائر ہوسکتا ہے کہ تم کو جو ہمت دی تھی، اس کو پورا استعمال کیوں نہیں کیا۔

گناہ چھوڑنے کے لئے تین ہمتوں کی ضرورت ہے

اس لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر گناہ چھوڑنے ہیں تو تین ہمتوں کی ضرورت ہے یعنی جو گناہ چھوڑ کر ولی اللہ بننا چاہے وہ تین کام کرے، نمبر ایک یہ ہے کہ اللہ نے جو ہمت دی ہے اس کو استعمال کرے، نمبر دو یہ کہ اللہ سے ہمت کی درخواست کرے کہ اے اللہ! مجھ ہمت چور کو ہمت کی چوری سے اور اپنے نفس دشمن کو حرام لذت چکھانے سے اور آپ کی عظمتوں کے حقوق کو پامال کرنے کے جرم سے بچا لیجئے ورنہ قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔ تو نمبر ایک ہے خود ہمت کرنا اور نمبر دو ہے اللہ تعالیٰ سے ہمت کی درخواست کرنا، نمبر تین ایک اور ہے کہ خاصانِ خدا سے، اللہ والوں سے ہمت کی دُعا کرانا، بس آج کا مضمون ختم، آج کی مجلس ختم ہوگئی۔ اللہ کرے کہ یہ میرا درد میرے دل میں اولاً اور ثانیاً آپ کے دل میں اور سب کے دل میں اتر جائے۔ میں اللہ سے اب یہی عرض کروں گا کہ ؎

ہم بلاتے تو ہیں سب کو مگر اے رب کریم!
سب پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

اور

ہم پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

میں اپنے کو بھی شامل کرتا ہوں، ایسا نہیں کہ میں اپنے کو مستثنیٰ سمجھوں اور سمجھوں کہ میں بہت بڑا پیر، اور جناب تقدس مآب ہوں۔ نہیں! بلکہ میں آپ کے ساتھ شامل ہو کر اللہ سے دعا مانگتا ہوں، کیونکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکیلے بھی نماز پڑھو تو اکیلے میں اِیَّاکَ اَعۡبُدُ نہیں کہنا، وہی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہنا، کیوں؟ راز کیا ہے کہ یہ اقرار کرو کہ اے اللہ! میری عبادت تنہا، اس قابل نہیں ہے کہ میں تنہا اپنی عبادت پیش کروں، لہٰذا روئے زمین کے اولیاء اللہ کی عبادت کے ساتھ ہم اپنی کنڈم عبادت کو شامل کر کے پیش کرتے ہیں کہ نیک کاروں کی برکت سے ہماری نماز کو بھی قبول فرما، علامہ آلوسیؒ نے یہ وجہ لکھی ہے، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ علامہ آلوسیؒ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

بس سچ کہتا ہوں کہ یہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے، مجھے تو چالیس سال تک بولنا نہیں آیا اور اب بھی میں دعویٰ نہیں کرتا لیکن اللہ کے نیک بندے خوش ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور درد بھرے دل سے سارے عالم میں مجھے بیان کے لئے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے، پھر یہی کہتا ہوں ؎

ہم بلاتے تو ہیں سب کو مگر اے رب کریم!
سب پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بِن آئے نہ بنے

یعنی اگر ہم ہمت چور بھینس کی طرح نفس دشمن کو حرام لذت دینے کے عادی ہیں تو اے خدا! ہمیں اس نفس ظالم سے چھڑا دے، اگر کوئی طاقتور غنڈا کسی کے بچے کو دبوچ لے، چھوڑ نہ رہا ہو اور وہ بچہ ابّا ابّا چلا رہا ہو تو یا اللہ! ابّا کو رحم آجاتا ہے، اس کو اپنی طاقت سے چھڑاتا ہے، نہیں تو پولیس والوں کو لے جاتا ہے ورنہ محلے کے با اثر لوگوں کو لے جاتا ہے۔ تو اے خدا! نفس وشیطان اگر ہمیں دبوچے ہوئے ہیں اور ہم مغلوب ہو رہے ہیں تو آپ اپنی غیبی مدد بھیج دیجئے، آپ ربّا ہیں، ابّا کی محبت تو مخلوق ہے جو اپنی اولاد کو غنڈوں کے سپرد نہیں کرتے، آپ تو ابّا کی محبت کے خالق ہیں پس اے ربّا ہم سب کو نفس وشیطان کے حوالے نہ کیجئے، آپ ہمارے ربّا ہیں اور ارحم الراحمین ہیں، نفس وشیطان کی غلامی سے ہم کو خرید کر سو فیصد اپنی فرمانبرداری کی حیات نصیب فرمایئے، حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسجد میں بیسیوں سال اللہ اللہ کیا ہے، وہ نعرے میرے کانوں میں اب بھی گونج رہے ہیں اور بیسیوں سال اسی اگلے صحن میں دو دو رکعات تہجد کے بعد حضرت اتنا روتے تھے کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹتے تھے، یا اللہ! ایسے سراپا عاشق اور سراپا دردِ محبت شخصیت کا آپ کی رحمت کو اختر واسطہ دیتا ہے کہ ہماری آہ کو قبول فرما، ہمارے درد بھرے دل کو قبول فرما اور ہم سب کو صاحب نسبت بنا دے، کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما، جتنے حاضرین ہیں اور جتنے غائبین ہیں جو یہاں موجود نہیں اللہ کسی کو محروم نہ فرما، ہم سب کو جذب فرما کر صاحب نسبت بنا دے اور نسبت بھی بہت بڑے اولیاء اللہ والی نسبت عطا فرما دے اور ہمیں اپنی مرضی کے مطابق بنالے، ہمارے ظاہر کو ہمارے باطن کو آپ خود سنوار دیجئے کیونکہ ہمیں سنوارنا نہیں آتا، ہمیں اپنے کو بگاڑنا آتا ہے، ہم ایسے نالائق ہیں کہ بجائے اپنے کو

سنوارنے کے اپنے کو گناہوں سے بگاڑتے رہتے ہیں، اے خدا! آپ اپنی رحمت سے ہم کو سنوار دیجئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے آخرت بھی بنا دیجئے اور اختر کو اور میرے خصوصی احباب کو خاص کر مولانا مفتی عبداللہ سلمہٗ کو اے خدا! اپنے دین کے لئے قبول فرما اور میرے شیخ کی اس یادگار کو روزانہ دردِ محبت میں ترقی عطا فرما، ان کے بیان میں وہ اثر ڈال دے کہ جو بھی ان کا بیان سنے آپ کا بن جائے اور شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ عنایت ہم سب پر رکھئے کیونکہ آج کل وہی ہمارے شیخ و مرشد ہیں، ہم ان کی نظرِ عنایت کی درخواست بھی آپ سے کرتے ہیں، بہرحال ہم مانگتے مانگتے تھک گئے، ہمیں آپ کے مقبول بندوں نے سکھایا ہے اور یہ بات ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکھائی کہ اختر! جب تم دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تب اللہ سے ایک جملہ کہہ دو کہ اے خدا! ہم دعا مانگتے مانگتے تھک گئے، اب بے مانگے سب کچھ عطا فرمادے، اب بے مانگے سب کچھ عطا فرمادے، کیونکہ ابّا بہت سی نعمتیں بچوں کو دیتے ہیں حالانکہ وہ بچے مانگتے نہیں ہیں، بس آپ ہمارے لئے جانتے ہیں کہ کیا چیزیں ہمارے لئے مفید ہیں اور کیا مضر ہیں، لہٰذا اپنے علم کے اعتبار سے اپنے زمین و آسمان کے خزانے برسا دے اور آپ ان خزانوں پر شکر گذاری اور تقویٰ بھی عطا فرمادیجئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

......☆......☆......☆......

......☆......☆......

......☆......

(مسجدِ اشرف کے سنگِ بنیاد کے ایک ماہ بعد صبح بوقتِ سیر سندھ بلوچ سوسائٹی میں
دینی شان و شوکت کے حصول اور اللہ تعالیٰ کی کفالت اور مدد پر شکر کا عجیب مضمون)

بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

انوار جو اخترؔ سے پھیلے خورشید کو بھی شرماتے ہیں

جب خارِ دیارِ غفلت میں وہ رشکِ چمن یاد آتے ہیں
ہم صحنِ گلستاں میں آ کر گلشن کا سبق دُہراتے ہیں
جب بغض و عداوت کے کانٹے دامن سے لپٹتے جاتے ہیں
ہم صحنِ گلستاں کو اکثر مدحت سے تری مہکاتے ہیں
وہ رشکِ ماہ و خاور تھا گو نام تو اس کا اخترؔ تھا
انوار جو اخترؔ سے پھیلے خورشید کو بھی شرماتے ہیں
اک عام بشر تجھ کو جانا دنیا میں نہ تجھ کو پہچانا
ہم تیری ناقدری کرکے واللہ بہت پچھتاتے ہیں
دل ہار کے جیتے تھے کل تک مے عشق کی پیتے تھے کل تک
جو تیرے چہیتے تھے کل تک وہ آج بھی ہم کو بھاتے ہیں
اب راہنما ہیں وعظ ترے اقوال ترے الفاظ ترے
مضمون سے تسکین پاتے ہیں ملفوظ سے دل بہلاتے ہیں
باقی ہے تری یاری اب بھی ہے فیض ترا جاری اب بھی
اک میرِ شکستہ کی صورت ہم تیرا جلوہ پاتے ہیں
جو آنکھوں کی تنویر ہیں اب جو تیری ہی تصویر ہیں اب
جو تجھ پر جان چھڑکتے ہیں جو تیرے ہی گن گاتے ہیں
ظاہر میں رعب شریعت کا باطن میں لاوا رقت کا
ترے دل میں درد ہے الفت کا ترے آنسو چغلی کھاتے ہیں
سامانِ الم جب ڈھوتا ہے دل خون کے آنسو روتا ہے
جب قلب پریشاں ہوتا ہے ہم زلفِ سخن لہراتے ہیں

جناب شاہین اقبال اثرؔ صاحب

(۱۹ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۲۰۱۴ء)
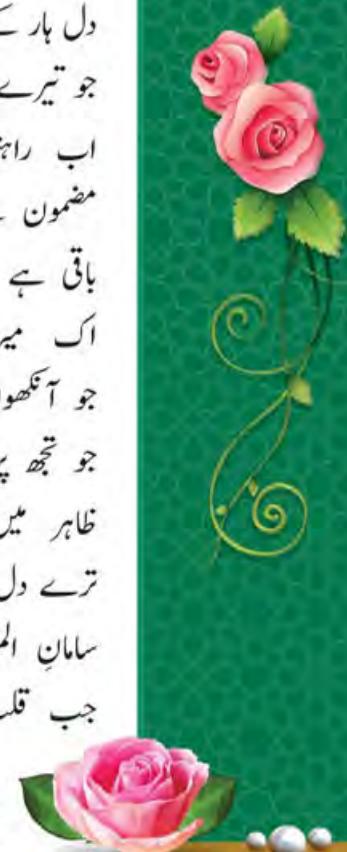
غمِ فراقِ شیخ
میں کیا ہوں، ایک آہِ نارسا، فریادِ بسمل ہوں
سراپا درد ہوں، نالہ ہوں اور خاکسترِ دل ہوں
میں کیا ہوں! ایک پیمانہ، جو ترسے قطرۂ مے کو
شکستہ جام ہوں ناآشنائے دورِ محفل ہوں
زبانِ حال میری کہہ رہی ہے میرا افسانہ
گلِ افسردۂ ہستی ہوں، متروکِ عنادل ہوں
بکھر جائے نہ بالکل ہی مری ہستی کا شیرازہ
مجھے ہنس ہنس کے مت دیکھو، میں اک ٹوٹا ہوا دل ہوں
سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ